حصّہ (ب)

شعر کا فن

شعر

دوستوں کی محفل تھی۔ بے تکلف گفتگو نے رفتہ رفتہ ہنسی مذاق کی جگہ ایک دوسرے پر طنز اور تضحیک کا رنگ اختیار کر لیا۔ محفل سمٹ سمٹا کر بس دوستوں پر مرکوز ہوگئی۔ شائستہ گفتگو غیر شائستگی میں بدلنے لگی۔ خوش کلامی کی جگہ بد کلامی نے لے لی۔ تو تکرار تک نوبت آ گئی۔ اس سے پہلے کہ کچھ اور صورت پیش آئے۔ ان دونوں میں سے ایک صاحب نے سمجھداری کا ثبوت دیتے ہوئے رخ بدلنے کی کوشش کی اور مسکراتے ہوئے کہا۔ غالبؔ کا ایک شعر سنیے ۔

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمھیں کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

بس یہ سننا تھا کہ پہلے صاحب کو کچھ احساس ہوا۔ وہ اپنے رویّے پر شرمندہ ہوئے۔ حالات بے قابو ہونے سے بچ گئے اور وہ بالآخر ایک دوسرے سے گلے مل کر یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے۔

کوئی بات ایسی اگر ہوئی کہ تمھارے جی کو بُری لگی
تو بیاں سے پہلے ہی بھولنا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

(مومنؔ)

ایسا اکثر ہوتا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے بات چیت کے دوران کوئی مناسب اور برمحل شعر بھی پیش کر دیتے ہیں۔ اس لیے کہ شعر ہمارے جذبے اور احساس کو زیادہ متاثّر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم شعر کو بار بار سنتے، پڑھتے اور یاد بھی کر لیتے ہیں۔

غور کیجیے کیا نثر اور شعر دونوں ایک ہی ہیں یا ان میں کچھ فرق بھی ہے؟ جی ہاں! نثر اور شعر کا فرق بہت

واضح ہے۔ نثر یعنی جملوں میں کہی جانے والی بات اور شاعری یعنی شعر میں کہی گئی بات۔ نثر میں بات واضح اور مفصّل انداز سے کہی جاتی ہے اور شعر میں اشارے اور اختصار کے ساتھ۔ لفظوں کی ایک خاص ترتیب کی وجہ سے شعر میں بات زیادہ پُر اثر ہوجاتی ہے۔

''شعر وہ کلام ہے، جس میں لفظوں کی ایک ایسی خاص ترتیب یعنی موزونیت ہو اور اس سے لَے، نغمگی، آہنگ اور اثر پیدا ہوجائے۔''

حسرت موہانی کا شعر ہے۔

شعر در اصل ہیں وہی حسرتؔ
سنتے ہی دل میں جو اُتر جائیں

مصرع

شعر کے دو حصّے ہوتے ہیں۔ ہر حصّہ مصرع کہلاتا ہے۔ پہلے مصرعے کو مصرعۂ اولیٰ اور دوسرے کو مصرعۂ ثانی کہتے ہیں۔ مثلاً:

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں (مصرعۂ اولیٰ)
اب دیکھیے ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں (مصرعۂ ثانی)

سارے جہاں سے اچھّا ہندوستاں ہمارا (مصرعۂ اولیٰ)
ہم بلبلیں ہیں اِس کی یہ گلستاں ہمارا (مصرعۂ ثانی)

شعر کی طرح بعض مصرعے بھی اتنے مشہور ہو جاتے ہیں کہ ایک مصرعہ ہی مکمل مفہوم اور تاثر پیدا کر دیتا ہے اور دوسرے مصرعے کو اس مصرعے کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

مثال کے طور پر یہ چند مصرعے دیکھیے :

ع ادب پہلا قرینہ ہے محبّت کے قرینوں میں

ع اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

ع جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

ع حضرتِ داغؔ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے

ع صاف چُھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

جب ہم کسی مصرعے یا شعر کو کہیں نقل کرتے ہیں تو شعر کو اس ' ؎ ' علامت کے ساتھ اور مصرعے کو 'ع' علامت کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں۔

وزن و بحر

آپ جانتے ہیں کہ کسی چیز کو تولنے، وزن کرنے یا ناپنے کے لیے مختلف قسم کے باٹ اور پیمانے مقرّر ہیں۔ جیسے گرام، لیٹر اور میٹر وغیرہ۔ ٹھیک اسی طرح شعر کہنے اور اسے پرکھنے کے بھی خاص پیمانے ہیں۔ اس پیمانے کو 'وزن' کہا جاتا ہے۔

شاعری میں مختلف اوزان کے مطابق شعر کہا جاتا ہے اور اس کے وزن کو پرکھا جاتا ہے۔ وزن ہی ایک ایسا پیمانہ ہے جو شعر کو نثر سے مختلف بناتا ہے۔ شعر کی موزونیت وزن سے قائم ہوتی ہے۔ اسی لیے شعر کے لیے وزن کی پابندی لازمی قرار دی گئی ہے۔ وزن کی پابندی یعنی موزونیت سے شعر میں نغمگی، لَے اور آہنگ پیدا ہوتا ہے۔ مختلف اوزان کو جب ہم قافیے کی پابندی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں تو اسے 'بحر' کہتے ہیں۔

اب کچھ مقرّرہ اوزان کے پیمانے پر شعر کو پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں:

وزن کے مختلف پیمانے اور بحر کے نام:

فَعُوْلُن فَعُوْلُن فَعُوْلُن فَعُوْلُن
فَعُوْلُن فَعُوْلُن فَعُوْلُن فَعُوْلُن

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

ستارو/سِ آگے/ جہا اَو/ ربھی ہیں
ابھی عش/ ق کے ام/تحا او/ ربھی ہیں

مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن
مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

ہزارو خا/ ہشے اے سی/کِ ہر خا ہش/پ دم نک لے
بہت نک لے/ مرے ارما/ ن لےَ کن پھر/ بھ کم نک لے

اب غور کیجیے کہ ان دونوں مثالوں میں شعر کے الفاظ کی تعداد کہیں کم اور کہیں زیادہ ہے۔ الفاظ کی اسی

کمی بیشی سے وزن ظاہر ہوتا ہے اور اسی سے بحر مقرّر رہوتی ہے۔ پہلی مثال میں فعولُن کی چار بار تکرار ہے اور اس وزن پر بحر کا نام ہے: 'بحرِ متقارب'۔ دوسری مثال میں 'مفاعیلن' کی چار بار تکرار ہے اور اس وزن پر بحر کا نام ہے: 'بحرِ ہزج'۔ مختلف اوزان اور بحروں سے تفصیلی واقفیت کے لیے علمِ عروض کی کتابوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

قافیہ

یہ شعر پڑھیے:

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

ہستی اپنی حَباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

پھول کھلے ہیں گلشن گلشن
لیکن اپنا اپنا دامن

اوپر دیے گئے شعروں میں خط کشیدہ لفظوں پر غور کیجیے:

- دم کم
- جہاں امتحاں
- حباب سراب

- گلشن دامن

یہ لفظ ایک جیسی آواز پر ختم ہوتے ہیں اور ان سب میں آخری حرف یا حروف مشترک بھی ہیں، جیسے:
دم اور کم میں 'م'۔ حباب اور سراب میں 'اب'، جہاں ،امتحاں میں 'اں' اور گلشن اور دامن میں 'ن'۔

''وہ لفظ جو یکساں آواز اور یکساں حرف/حروف پر ختم ہوتے ہیں، انھیں قافیہ کہتے ہیں۔''

قافیے سے شعر میں نغمگی اور ترنّم پیدا ہوتا ہے۔

ذیل کی مثالوں میں قافیوں کو پہچانیے:

اک معمّا ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا
زندگی کا ہے کو ہے خواب ہے دیوانے کا

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر

ردیف

قافیے کے تعلق سے آپ نے ابھی کئی شعر پڑھے۔ چوتھے شعر کے قافیے تھے، 'گلشن' اور 'دامن'۔ یہ شعر تو قافیے پر ہی ختم ہوگیا۔ اس کے بعد اور شعر دیکھیے ۔ ہر شعر میں قافیے کے بعد کچھ اور بھی ہے۔
شعر نمبر 1 میں 'دم' اور 'کم' قافیوں کے بعد 'نکلے'
شعر نمبر 2 میں 'جہاں' اور 'امتحاں' قافیوں کے بعد 'اور بھی ہیں'۔

شعر نمبر 3 میں 'حباب' اور 'سراب' قافیوں کے بعد 'کی سی ہے'۔

''عام طور پر اشعار میں قافیے کے بعد جو لفظ یا الفاظ دہرائے جاتے ہیں، انھیں ردیف کہتے ہیں۔''

ردیف کی کچھ اور مثالیں دیکھیے:

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

جو گزری مجھ پہ مت اُس سے کہو ہُوا سو ہُوا
بلاکشانِ محبّت پہ جو ہُوا سو ہُوا

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ وزن شعر کا لازمی جزو ہے۔ قافیہ اور ردیف شعر کے لیے ضروری نہیں ہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ قافیہ اور ردیف سے شعر کی نغمگی، حسن اور اثر آفرینی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

شعر کے مفہوم و معنی اور اہمیت سے متعلق یہاں پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب کی کتاب 'ہماری شاعری' سے یہ چند جملے نقل کیے جاتے ہیں:

'' کامل شعر وہی ہے جس میں موزونیت بھی ہو اور اثر بھی۔ کلام کے موزوں ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایسے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جائے جن کو ادا کرتے وقت آواز میں ایک خوبصورت تسلسل یا ترنم پیدا ہو جائے اور ایک خاص طرح کی لذّت حاصل ہو۔ اس لذّت کا احساس انسان کی فطرت میں داخل ہے اور اسی فطری احساس پر غور کرنے اور تجزیہ کرنے سے وہ اوزان دریافت ہوئے جن کی مطابقت سے کلام میں موزونیت پیدا ہوتی ہے۔

لیکن موزونیت کے تحت شعر کے نئے اوزان دریافت کرنے کا امکان اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ لفظوں کا وہ مجموعہ جس میں موزونیت کی صفت پائی جائے ،مصرعہ کہلاتا ہے۔ شاعری جذبات کی ترجمانی ہے اور انسان کے گہرے جذبات فطرتاً موزونیت اور موسیقیت کے ساتھ ظاہر کیے جاتے ہیں۔تعلیم کا مقصد یہی تو ہے کہ قدرت نے جو قوّتیں انسان کی فطرت میں چُھپا رکھی ہیں،وہ ظاہر کردی جائیں۔ مگر اس طرح کہ ان کا قدرتی تناسب اورتوازن بگڑنے نہ پائے۔ اس صورت میں اگر یقین ہوجائے کہ انسان میں کچھ قوّتیں ایسی بھی ہیں جن کی ترقی بالکل یا بہت کچھ شعر کی محتاج ہے تو نظامِ تعلیم میں شعر کی جگہ نکل آئے گی۔ جذبات کی تربیت کا شعر سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں اور کوئی نظامِ تعلیم انھیں نظر انداز نہیں کرسکتا۔''

شعری ہیئتیں

مسمّط :

شعر کی اصطلاح میں مسمّط ایسی نظم کو کہتے ہیں، جو کئی بندوں میں لکھی جائے۔ ایک بند میں اشعار کی تعداد تین سے لے کر دس تک ہوتی ہے۔ مسمّط کے ہر بند میں مصرعوں کی تعداد برابر ہونی چاہیے۔ یعنی پہلا بند اگر پانچ مصرعوں کا ہے تو بعد کے تمام بند بھی پانچ پانچ مصرعوں کے ہوں گے۔

مسمّط کی آٹھ قسمیں ہوتی ہیں:

مثلّث : جس کے ہر بند میں تین مصرعے ہوتے ہیں۔

مربّع : جس کے ہر بند میں چار مصرعے ہوتے ہیں۔

مخمّس : جس کے ہر بند میں پانچ مصرعے ہوتے ہیں۔

مسدّس : جس کے ہر بند میں چھے مصرعے ہوتے ہیں۔

مسبّع : جس کے ہر بند میں سات مصرعے ہوتے ہیں۔

مثمّن : جس کے ہر بند میں آٹھ مصرعے ہوتے ہیں۔

متسّع : جس کے ہر بند میں نو مصرعے ہوتے ہیں۔

معشّر : جس کے ہر بند میں دس مصرعے ہوتے ہیں۔

ترجیع بند:

ترکیب بند اور ترجیع بند میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ ترکیب بند میں ٹیپ کا شعر ہر بار بدلتا ہے جب کہ ترجیع بند میں ٹیپ کا شعر تبدیل نہیں ہوتا، ہر بند کے آخر میں جوں کا توں دہرایا جاتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہر

بند کے آخر میں صرف ایک مصرعہ ہی بار بار لایا جاتا ہے۔ اس میں مثالیں بہت کم ہیں۔ نظیرؔ اکبر آبادی کی نظم ''بنجارہ نامہ'' اس کی ایک معروف مثال ہے۔

ترکیب بند:

اس کے ہر بند میں عام طور پر پانچ سے گیارہ تک اشعار ہوتے ہیں۔ ہر بند میں غزل کی طرح مستقل قافیہ ہوتا ہے۔ لیکن ہر بند کا قافیہ دوسرے بند سے مختلف ہوتا ہے۔ پورے ترکیب بند کا ایک ہی بحر میں ہونا ضروری ہے۔ ہر بند کے آخر میں ٹیپ کا شعر ہوتا ہے جس کا وزن تو باقی نظم کے موافق ہوتا ہے لیکن اس کا قافیہ مختلف ہوتا ہے۔ اس شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں نیز ٹیپ کا یہ شعر ہر بند کے آخری شعر سے مربوط ہوتا ہے۔ ترکیب بند میں ہر بند کے اشعار کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور یکساں بھی ہو سکتی ہے۔ ترکیب بند کی مثال حالیؔ کی نظم ''مرثیۂ غالبؔ'' یا اقبالؔ کی نظم ''مسجدِ قرطبہ'' ہے۔

فرد:

ایک شعر فرد کہلاتا ہے۔ بیت اور فرد میں یہ فرق ہے کہ بیت ہر شعر کو کہا جا سکتا ہے جب کہ فرد وہ شعر ہے جو اکیلا ہی کہا گیا ہو۔ بعض اوقات شاعر صرف ایک شعر موزوں کر کے چھوڑ دیتا ہے۔ یہ شعر اکیلا ہی دیوان یا کلیات میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ بھی ہو سکتے ہیں اور نہیں بھی۔

بیت:

ایک بیت میں دو مصرعے ہوتے ہیں۔ اردو میں بیت کے لیے لفظ شعر زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ ہم رباعی کو ''دوبیتی'' بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس میں دو شعر ہوتے ہیں۔